فقر و فاقہ اور اُس کا اسلامی حل

از: یوسف القرضاوی —— ترجمہ و تلخیص: عبدالحمید صدیقی

(۶)

ازالۂ فقر کے لیے تیسرا وسیلہ - زکوٰۃ جیسا کہ اس سے پہلے ان صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے اسلام نے ہر صاحبِ قدرت کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ وہ تلاش رزق میں سرگرمِ عمل ہو تاکہ وہ خود اپنی اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کر سکے اور اگر ہو سکے تو راہِ خدا میں بھی کچھ خرچ کر سکے۔ اور جو شخص کوئی کام نہ کر سکتا ہو اور اس کے پاس کوئی اپنا جمع کیا ہوا یا میراث میں ملا ہوا مال بھی نہ ہو جس سے وہ اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کر سکے، اُس کی کفالت اس کے خوش حال رشتہ داروں کے ذمے ہے۔ اُن پر واجب ہے کہ وہ اسے غربت و افلاس کی پستی میں گرنے سے بچائیں۔ مگر ہر غریب و تنگ دست کو ایسے خوش حال و مالدار رشتہ دار بھی میسر نہیں ہوتے جو اس کے نان نفقے کا ذمہ لے سکیں۔ ایسی صورتِ حال میں وہ مسکین اور نادار آدمی کیا کرے جس کے کوئی قریبی رشتہ دار نہ ہوں جو اُس کے نان نفقے کا بوجھ برداشت کر سکیں؟ محتاج و نادار لوگ مثلاً یتیم بچے، بیوہ عورتیں، نہایت بوڑھی عورتیں اور نہایت بوڑھے مرد کیا کریں؟ ضعیف العقل، دائم المرض، اندھے یا کسی اور بیماری یا تکلیف میں مبتلا لوگ کیا کریں؟ اور وہ لوگ کیا کریں جو باوجود طاقت رکھنے کے کوئی ذریعہ معاش حاصل نہیں کر سکتے؟ نیز اُن لوگوں کا کیا بنے گا جو کام تو کرتے ہیں مگر اُس کام سے وہ اتنی آمدنی حاصل نہیں کر سکتے کہ اُن کے کنبے کی جملہ ضروریاتِ زندگی پوری ہو سکیں؟ کیا ان سب لوگوں کو ایسی حالت میں چھوڑ دیا جائیگا کہ فقر و فاقہ اور تنگ دستی و محتاجی اُن کو مار ڈالے اور معاشرہ اُن کا تماشائی بنا رہے درانحالیکہ اس میں دولتمندوں کی کافی تعداد موجود ہو؟ کیا وہ انہیں ہر قسم کی مدد و اعانت سے محروم رکھے؟

اسلام نے ایسے افرادِ معاشرہ کو فراموش نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے دولتمندوں کے مالوں میں ایک مقررہ حق رکھ دیا ہے جو ایک فریضے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے زکوٰۃ کہتے ہیں۔ زکوٰۃ کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ فقراء و مساکین کی تنگ دستی و محتاجی کو ختم کیا جائے۔ زکوٰۃ کے مصارف میں فقراء و مساکین کو اوّلین حیثیت حاصل ہے بلکہ بعض مقامات پر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا مصرف ہی یہ بتایا ہے کہ اسے فقراء و مساکین پر خرچ کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے آپؐ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ معاشرے کے دولتمندوں سے زکوٰۃ لے کر غرباء و مساکین کو دے دیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مصرف سوائے غریب و فقیر کی اعانت کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔

زکوٰۃ زرعی پیداوار مثلاً اناج، پھل اور سبزیوں وغیرہ پر دسواں حصہ یا بیسواں حصہ ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "جو زمین بارانِ رحمت سے سیراب ہو اس کی پیداوار کا دسواں حصہ اور جس زمین کو کنوؤں یا نہروں وغیرہ کے ذریعے سیراب کیا جائے اُس کی پیداوار کا بیسواں حصہ زکوٰۃ دی جائے گی۔" دورِ حاضر میں عمارات اور فیکٹریوں کو زرعی زمین پر قیاس کیا جائے گا۔ احادیث میں وارد ہے کہ شہد پر بھی کل پیداوار کا دسواں حصہ زکوٰۃ ہوگی اور دیگر حیوانی پیداوار مثلاً ریشم کے کیڑے اور دودھ دینے والی گائے بھینس وغیرہ کو اس پر قیاس کیا جائے گا۔ قیاس ساری اُمتِ مسلمہ کے نزدیک اُس شریعت کے اصولوں میں سے ایک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حق و انصاف کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ لہٰذا جس طرح آپ دو مختلف چیزوں کو ایک جیسا نہیں کہتے اسی طرح آپ دو ایک جیسی چیزوں میں فرق بھی نہیں کر سکتے۔

نقد روپیہ اور مالِ تجارت اگر حقیقی ضروریاتِ زندگی سے زائد ہو اور قرض وغیرہ سے بالکل مبرا ہو تو ہر مسلمان صاحبِ نصاب کے لیے اُس پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ فرض ہے۔ حیوانی دولت جو دودھ حاصل کرنے اور افزائشِ نسل کے لیے رکھی گئی ہو مثلاً اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ، اس پر بھی تقریباً اتنی ہی زکوٰۃ پڑ جاتی ہے بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچ جائے اور سال کا بیشتر حصہ انھیں بلا قیمت گھاس پھونس چرائی گئی ہو۔ مگر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مالِ مویشی میں زکوٰۃ اس صورت میں بھی واجب قرار دیتے ہیں جبکہ

اُن کا مالک انہیں سارا سال کھلاتا پلاتا رہے۔ بعض صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ اسی کے قائل تھے۔

آثارِ قدیمہ کی کھدائی سے حاصل ہونے والے خزانوں پر اُن کا پانچواں حصّہ زکوٰۃ ہے۔ فقہاء کے نزدیک معدنی دولت بھی اسی حکم کے تحت آئے گی۔ اگرچہ اس بارے میں اُن کا اختلاف ہے کہ اس پانچویں حصے خمس کو زکوٰۃ کی طرح تقسیم کر دیا جائے گا یا اسے فے کی طرح حکومت کے عام مصالح میں خرچ کیا جائے گا۔

یہ تو ہے زکوٰۃ فی الاموال۔ اس کے علاوہ ایک دوسری قسم کی زکوٰۃ ہے جو افراد کے اُوپر لگتی ہے۔ اسے زکوٰۃِ فطر یا فطرانہ کہتے ہیں۔ اسے اسلام نے ماہِ رمضان کے روزے مکمل کرنے اور عید الفطر کے آنے پر فرض فرمایا ہے۔ اس کے فرض فرمانے میں مندرجۂ ذیل حکمتیں پوشیدہ ہیں:

(۱) ان کوتاہیوں کی تلافی جو رمضان میں روزہ دار سے سرزد ہو گئی ہوں۔

(۲) فقراء و مساکین کی عزت افزائی اور اُن کے اندر یہ شعور پیدا کرنا کہ مسلم معاشرہ عید کے دن اُن کے لیے اپنے جذباتِ اخوت و محبت کا اظہار کرتا ہے اور انہیں اپنی خوشیوں میں شریک کرنا چاہتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرانہ اس لیے فرض فرمایا ہے تاکہ روزہ دار اس کے ذریعے گناہ سے پاک ہو جائے اور غرباء و مساکین کو خورونوش کا سامان میسر آجائے۔"

فطرانے کی کچھ امتیازی خصوصیات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ یہ اموال پر نہیں بلکہ اشخاص پر لگتا ہے۔

۲۔ یہ صرف اغنیاء اور صاحبِ نصاب لوگوں پر ہی فرض نہیں کیا گیا بلکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہر مسلمان پر فرض کیا ہے خواہ وُہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت اور غنی ہو یا فقیر۔ مگر شرط یہ ہے کہ فقیر کے پاس اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے عید کے دن رات کے کھانے سے زاید کھانا ہو۔

اس حکم سے اسلام کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کو اس بات کی تربیت دی جائے کہ وہ تنگی و خوشحالی میں خرچ کرے اور اُسے داد و دہش کا عادی بنایا جائے تاکہ اُس کا ہاتھ نیچے والا ہاتھ (مانگنے والا) بننے کے بجائے اُوپر والا (دینے والا) بن جائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "جہاں تک تم میں سے غنی آدمی کا تعلق ہے

اللہ اس کے ذریعے اس کا تزکیہ کر دیتا ہے اور جہاں تک فقیر کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ اُس کی طرف اس سے زیادہ لوٹاتا ہے جتنا کہ وہ دیتا ہے۔" اس معاملے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے ائمہ سے اختلاف کیا ہے وہ فطرانے کے وجوب کے لیے صاحبِ نصاب ہونے کی شرط لگاتے ہیں۔

۳۔ فطرانے کے مکلّف مسلمان پر صرف اپنا ہی فطرانہ واجب نہیں بلکہ بیوی بچوں اور ہر اُس شخص کا فطرانہ بھی واجب ہے جس کا نان نفقہ اس کے ذمے ہو۔

۴۔ اسلام میں فطرانے کی مقدار اتنی کم رکھی گئی ہے کہ اُمت کی غالب اکثریت اُسے باسانی ادا کر سکے۔ یہ مقدار جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے، کھجور، منقیٰ اور گندم کا ایک صاع ہے اور فطرانے کا مکلّف جس علاقے میں رہتا ہو وہ اس علاقے میں کثرت سے کھائی جانے والی کسی غذا کا ایک صاع دے سکتا ہے۔ صاع ایک درمیانے قد و قامت کے آدمی کی دونوں ہتھیلیوں کی چار لپوں کے برابر ہوتا ہے۔ وزن میں یہ تقریباً سوا دو سیر کے برابر ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز، حسن اور عطاء وغیرہ صدقۂ فطر کے برابر کھانے کی قیمت دے دیا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا مسلک بھی یہی تھا اور دورِ حاضر میں فقیر و تنگ دست کے لیے صدقۂ فطر کی یہ صورت (یعنی روپے پیسے کی شکل میں دینا) زیادہ مفید ہے۔ چونکہ صدقہ وغیرہ کا مقصد فقیر و تنگ دست کی تنگ دستی کو دُور کر کے اُسے غنی بنانا ہوتا ہے، لہٰذا اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے صدقہ نقدی کی صورت میں ادا کرنا سب سے بہتر ہے۔

اسلام میں زکوٰۃ کا مقام | یہ اس دینِ اسلام کا ایک معجزہ ہے، اس کے من جانب اللہ ہونے کی ایک دلیل ہے، اور اس بات کی صریح علامت ہے کہ یہ دین خدائے ذوالجلال کا آخری اور ابدی پیغام ہے۔ صدیاں گزر گئی ہیں، اسلام نے فقر و فاقہ اور فقراء و مساکین کی نگہداشت کے مسئلے کو اس طرح حل کیا کہ جب تک اس پر عمل ہوتا رہا مسلم معاشرے میں امیر و غریب کی لڑائی کا کوئی سوال تک پیدا نہ ہوا نہ کسی فرد یا جماعت کو اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اسلام نے اس مسئلے کا کوئی عارضی یا سطحی حل تجویز نہیں کیا تھا، نہ اسلامی تعلیمات و احکام میں اس کی کوئی ثانوی حیثیت تھی بلکہ وہ ایک دائمی حل تھا اور اس کو دین میں اساسی اور اصولی حیثیت حاصل تھی۔ یہ زکوٰۃ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کے

مالوں اور حکومتِ وقت کی ذمہ داریوں میں فقراء و مساکین کے حقوق کی ضمانت دی ہے، اسلام کے ستونوں میں سے تیسرا ستون ہے، اس کے بڑے بڑے ارکان میں سے ایک ہے اور اُس کی چہارگانہ عبادات میں سے ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابنِ عمرؓ کی ایک حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسلام کی بُنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ ایک اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے رمضان کے روزے رکھنا، اور پانچویں اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرنا"۔ قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو شرک سے توبہ اور اقامتِ صلوٰۃ کے ساتھ، دینِ اسلام میں داخل ہونے، مسلمانوں کی اخوت کا حقدار بننے اور اسلامی سوسائٹی سے منسوب ہونے کا عنوان قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے جنگ کرنے والے مشرکین کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (توبہ: ۵)	پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو اُن کو چھوڑ دو۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔
فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ (توبہ: ۱۱)	پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی کافر جب تک شرک اور اس کے متعلقات سے توبہ نہ کرے، اور نماز قائم نہ کرے جو مسلمانوں کے درمیان دینی اتحاد کا ایک ذریعہ ہے، اور نہ زکوٰۃ ادا نہ کرے جو ان کے درمیان اجتماعی مالی رابطے کا کام کرتی ہے، وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا، نہ وہ اس دینی رشتہ اخوت میں منسلک ہو سکتا ہے جو اُسے جماعتِ مسلمین کا ایک فرد بنا دیتا ہے اور اُسے ان کے نفع و نقصان میں برابر کا شریک ٹھیراتا ہے۔ یہ اس رشتۂ اخوت میں شامل ہونے کی لازمی شرائط ہیں۔

یہ جو قرآن مجید اور سنتِ نبوی میں ہمیں نماز کے ساتھ ساتھ ہمیشہ زکوٰۃ کا مکلّف بھی بنایا گیا ہے

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ اور ایک مسلمان کے اسلام کی تکمیل ہی ان دونوں سے ہوتی ہے۔ نماز اسلام کا ستون ہے، جس نے اسے قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے گرایا اس نے دین کی ساری عمارت کو منہدم کر دیا۔ اور زکوٰۃ اسلام کا پل ہے جو اس پر سے پار گزر گیا وہ نجات پا گیا اور جو اُس سے اِدھر اُدھر ہو گیا وہ ہلاکت میں جا پڑا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "تمہیں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اُس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔" جابر نے زید سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے "نماز اور زکوٰۃ اکٹھی فرض کی گئی ہیں۔ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا گیا، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ (پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں)۔ انہوں نے کہا کہ "نماز صرف اسی صورت میں قبول ہو گی جبکہ نماز پڑھنے والا زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو۔" پھر انہوں نے کہا "اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے! وہ اِس بات کو کتنی اچھی طرح سمجھتے تھے"! اس سے اُن کی مراد جناب صدیق کا یہ فرمان تھا کہ خدا کی قسم، جو زکوٰۃ اور نماز میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا مومنین محسنین اور متقین اور نیکو کاروں کے اوصاف میں سے ہے، اور اس کا ادا نہ کرنا مشرکین اور منافقین کے خصائص میں سے ہے۔ یہ ایمان کی کسوٹی ہے اور اخلاص کی برہان ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں وارد ہے اَلصَّدَقَۃُ بُرْھَانٌ (صدقہ برہان ہے)۔ اور زکوٰۃ اسلام اور کفر اور ایمان ونفاق اور تقویٰ وفسق وفجور کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ لہٰذا کوئی شخص زکوٰۃ ادا کیے بغیر اُن مومنوں کے زمرے میں شامل نہیں ہو سکتا جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُخروی فوز و فلاح کا قطعی وعدہ فرمایا ہے اور اس بات کی ضمانت دی ہے کہ وہ جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور اُن کے لیے ہدایت اور رحمت ہو گی۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ۔ (المومنون: ۴)	یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، لغویات سے دور رہتے ہیں، زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں۔

زکوٰۃ ادا کیے بغیر آدمی نیکو کاروں میں شمار نہیں ہو سکتا:

هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِينَ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ (لقمان - ۴)

(یہ قرآن) ہدایت اور رحمت ہے نیکو کاروں کے لیے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔

زکوٰۃ ادا کیے بغیر آدمی سچے، پرہیزگار اور نیک اطوار لوگوں میں سے نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۔۔۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ (البقرہ: ۱۷۷)

نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخرت اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے ۔۔۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔

زکوٰۃ کے بغیر مسلمانوں سے اُن مشرکین کو الگ نہیں کیا جا سکتا جن کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے:

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (حم السجدہ - ۷)

ہلاکت ہے اُن مشرکین کے لیے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔

زکوٰۃ ہی اُن منافقین کو پہچاننے کی کسوٹی ہے جن کے بارے میں فرمانِ خداوندی ہے کہ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ[1] (وہ اپنے ہاتھ خیر سے روکے رکھتے ہیں)، اور یہ کہ وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (اور راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں تو بادلِ ناخواستہ خرچ کرتے ہیں)۔[2]

زکوٰۃ ادا کیے بغیر آدمی اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کا مستحق نہیں ہو سکتا جو اُس نے ایمانداروں، تقویٰ

---

[1] سورہ توبہ: ۶۷ [2] سورۂ توبہ - ۵۴

کی روش اختیار کرنے والوں اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے مقدر کر دی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:-

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ۔ (اعراف، ۱۵۶)	میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اُسے میں اُن لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے۔ زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔
وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ۔ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ۔ (توبہ: ۷۱)	مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کی رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔

زکوٰۃ ادا کیے بغیر کوئی شخص اللہ، اس کے رسول اور جملہ ایمانداروں کی دوستی اور رفاقت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ۔ (مائدہ: ۵۵)	تمہارے رفیق تو حقیقت میں اللہ اور اللہ کا رسول اور وہ اہلِ ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔

زکوٰۃ ادا کیے بغیر کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی اُس مدد کا حقدار نہیں بن سکتا جس کا اُس نے اُس شخص سے وعدہ کر رکھا ہے جو اس کی مدد کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ۔ (حج: ۴۰-۴۱)	اللہ ضرور اُن لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے۔ زکوٰۃ دیں گے۔ معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

(باقی)